eISSN: 2791-0342
pISSN:2791-0334

''طنز ومزاح'': بنیادی مباحث

"SATIRE AND HUMOUR": BASIC DISCUSSIONS

Dr. Muhammad Shahbaz
Assistant Professor, Government Islamia Post Graduate College, Civil Lines Lahore

ڈاکٹر محمد شہباز
اِسسٹنٹ پروفیسر، گورنمنٹ اِسلامیہ گریجوایٹ کالج، سول

ABSTRACT

Sense of humour is an indispensable aspect of human nature, without which human life not only looks dull and colorless, but sometimes man reaches the limits of despair and hopelessness. That is why satire and humour is found in every literature of the world for the pursuit of an optimistic life, for which humourous writers have devised new tactics and resources; however, "satire" and "humour" has been the key to these tactics and resources. In the article under study, the scribe has tried to present the two basic tools of pleasantry, namely "satire" and "humour", in a critical and research oriented manner, which the humourous writers use to cultivate laughter.

KEYWORDS

Laugh, Guffaw, Joke, Withering, Twin words Smile, Satire, Humour,

انفرادی سطح پرمزاح اِنسان کی بنیادی ضرورتوں میں سے ایک ایسی ناگزیراِحتیاج ہے، جس کے بغیراِنسان کی شخصیت مکمل نہیں ہوتی ۔بعینہٖ اجتماعی اعتبار سے مزاح قوموں کے تہذیبی شعور کی پیمائش کاایک مؤثراورکار گرپیمانہ رہاہے۔چوں کہ زندگی کے معاملات بیزاریت، اِضمحلال اوربے کیفی سے مرکب ہوتے ہیں،اِس لیےاِنسان اپنی روزمرہ کی بے رنگ زندگی کورنگین اوردل چسپ بنانے کے لیے ہر ممکن تگ و دوکرتاہے، گویاکاروبارِحیات کے رُوکھے پھیکے معاملات کو بارونق اورپُرکیف بنانے کے فی زمانہ جتنے بھی وسیلےاِس دُنیامیں موجودہیں،اُن میں سب سے اعلیٰ اور قابلِ عمل ''طنزومزاح''کااُسلوب ہے۔

طنزومزاح بنیادی طورپر زندگی کے الم ناک واقعات واحوال اورحیات وزیست کے مضحکہ خیزرویوں کے مقابل ردِعمل کے طورپرادبی اظہارکی صورت میں جنم لیتاہے۔باالفاظِ دیگرفرحت وانبساط کے باطن سے پھوٹنے والی تخلیقات کو''طنزومزاح''کانام دیاجاتاہے۔اِس بات کو یوں بھی بیان کیاجاسکتاہے کہ طنزومزاح کافن ایک ایسارجحان یامیلان ہے،جوزندگی کے ترش وتلخ حقائق کو عمومی فرحت وانبساط میں تبدیل

کرنے کا فریضہ سرانجام دیتا ہے۔ یہ درست ہے کہ یہ کام عملی سطح پر بہت ادق اور دشوار ہے، تاہم ایک حساس اور دردِ دل رکھنے والا فن کار قومی اصلاح کی غرض سے زہر کو امرت بنانے کی کوشش ضرور کرتا ہے۔ اِس امر کی انجام دہی کے لیے اُسے گہرے سماجی شعور، عمیق ژرف نگاہی اور حیاتِ اِنسانی کے جملہ آلام و مسائل سے واقف ہونا ضروری ہے۔ ساتھ ہی ساتھ اُسے زبان و بیان کی موشگافیوں اور اعلیٰ تخلیقی استعداد کی بھی ضرورت ہوتی ہے۔

اِنسانی زندگی کا بہ غور مطالعہ کیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ ابنِ آدم جبلی طور پر سنجیدہ مزاج واقع ہوا ہے۔ اِس تناظر میں سنجیدگی و متانت کو اِنسانی زندگی کا ایک ناگزیر وصف قرار دیا جاسکتا ہے، تاہم امرِ دیگر یہ ہے کہ اگر مذکورہ بیان کو اِنسان کی ساری زندگی پر منطبق کر دیا جائے تو اِنسان کسی ''کل'' کی صورت اختیار کر جائے گا، لیکن مذکورہ بات راست ہوتے ہوئے بھی اِنسان نہ تو مشین ہے اور نہ ہی مٹی کا بے جان پتلا۔ اِس کے بر عکس حقیقت یہ ہے کہ اِنسان کے خمیر میں سنجیدگی کے ساتھ ساتھ ہنسی، مذاق، مسکراہٹ اور قہقہہ ایسی صفات بھی ودیعت کی گئی ہیں، جن کی بہ دولت بے شک تھوڑی دیر کے لیے ہی سہی حضرتِ اِنسان حیات و کائنات پر چھائی ہوئی غالب سنجیدگی کے خول کو سانپ کی کینچلی کی طرح اُتار پھینکتا ہے، گویا زندگی کے غیر معتدل اور پست و بلند لمحات ہی اِنسان کو ہنسنے ہنسانے اور زندگی کی تلخ حقیقتوں کو برداشت کرنے کا حوصلہ عطا کرتے ہیں۔

ہر ذی رُوح کو خالقِ کائنات نے حواسِ خمسہ (۱) کے اوصاف سے بہ خوبی متصف کیا ہے، تاہم دیگر مخلوقات کے مقابلے میں مذکورہ حواس کا اِستعمال اِنسان سے بہتر کوئی اور مخلوق نہیں کر سکتی۔ دراصل اِنسان ہی وہ اکیلا جان دار ہے، جس کے باطن میں اللہ تعالیٰ نے اِختراع (Innovation) کا ہنر جذب کیا ہے اور اِنسان کی یہی خوبی دراصل اسے کائناتِ ارضی میں اشرف المخلوقات ہونے کا اہل بناتی ہے۔ بلاشبہ حِسیاتِ خمسہ کو کام میں لا کر اِنسان نہ صرف اپنی ذات میں زائد اضافی مہارتیں، یعنی جمالیاتی حِس (Aesthetic Sense)، عقلِ سلیم (Common Sense) اور حِسِ مزاح (Sense of Humour) پیدا کرنے کے قابل ہو جاتا ہے، بل کہ اِن تین اضافی حِسیات کے بہتر اِستعمال سے وہ دیگر مخلوقات کے مقابلے میں عظمت و رفعت کا حامل بھی ٹھہرتا ہے۔

فی الاصل جس قدر تنوع اور رنگا رنگی مزاح نگار کے قلم میں ہوتی ہے، اِتنی بوقلمونی کسی اور صنفِ ادب کے لکھنے والے کی تحریر میں شاید ہی پائی جاتی ہو۔ گویا مزاح نگار ''ہجومِ غم'' کو ''بزمِ نشاط'' میں تبدیل کرنے کی بے پایاں صلاحیتوں سے آراستہ ہوتا ہے، یہی وجہ ہے کہ اپنے سماج کی رگ رگ سے گہری واقفیت رکھنے کی بنا پر فطرتِ اِنسانی کا کوئی پہلو اِس کی رسائی سے بچ نہیں پاتا۔ مبادی طور پر مزاح نگاری ایک پیچیدہ، نازک اور اِظہار دانش مندی کا فن ہے، اِس لیے ایک مزاح نگار اگر بے باکی، بے ساختگی، نکتہ رسی، برجستگی، نفسیاتی ژرف نگاہی اور فطری میلان

کے اوصاف سے مزین نہ ہو تو وہ فنِ مزاح نگاری کا حق ادا کرنے میں سراسر ناکام رہتا ہے اور سب سے بڑھ کر اس کی تخلیقات میں آمد کے بجائے آورد کی کثافت فروکش ہو جاتی ہے۔

بلاشبہ مزاح کا احساس بے کیف زندگی میں شگفتگی و شائستگی پیدا کرنے کے ساتھ ساتھ، اطراف و جوانب کے تُرش ماحول کو خُوش گوار بنا کر سماج کی بنیادوں کو اِستحکام بھی بخشتا ہے۔ محلِ نظر رہے کہ طنز و مزاح کوئی ادبی صنف ہونے کے بجائے در حقیقت ایک روّیے، حربے، وسیلے ، میلان اور رُجحان کا نام ہے اور اِس کا مقصد ہنسنے ہنسانے کے علاوہ اور کچھ نہیں۔اِس روے زمین (۲) پر ہنسی کی اِبتدا کے بارے میں کوئی حتمی رائے قائم کرنا تو ناممکن ہے، تاہم قیاسی طور پر کہا جاسکتا ہے کہ ہنسنے یا مسکرانے کی شروعات ما قبل تاریخ کے اِنسان سے اِس وقت ہوئی ہو گی، جب وہ تہذیب و معاشرت کے اوصاف سے یکسر عاری تھا۔اپنے کیے ہوئے شکار کی کھال اُدھیڑتے ہوئے یا غنیمِ جاں کو زیر کر کے جب اس نے ہنسی یا بلند آہنگ قہقہوں سے اپنی فتح کا نقارہ بجایا ہو گا، تو شاید یہی ہنسی، مسکراہٹ یا قہقہے کا آغاز ہو گا۔بلاشبہ یہ نظریہ سٹیفن لی کاک (Stephen Leacock)(۱۸۶۹ء۔۱۹۴۴ء) کے اِس قول کی چغلی کھاتا ہے کہ :

''ہنسی دراصل وحشی اِنسان کی اپنے دشمن کو گرا ہوا دیکھ کر فتح و مسرت کا اِظہار ہے۔''(۳)

ہنسی کے اِرتقا پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ ہنسی کی اساس کسی قدر جارحانہ اور وحشیانہ روّیوں پر استوار ہوئی، جو صدیوں کا سفر طے کرتی ہوئے شستہ و شائستہ صورت میں ڈھل گئی۔واضح رہے کہ عدوے جاں پر فتح ہی ہنسی کا واحد سبب نہیں، بل کہ اِس کی متعدد وجوہ اور بھی ہیں، جو وقت کے ساتھ ساتھ ہنسنے ہنسانے کا سرمایہ بنتی رہیں۔(۴) یوں آہستہ آہستہ تہذیب و معاشرت اور اِنسانی فکر و خیال کی ترقی کے جلو میں ایک متمدن زندگی کی طرف اِنسان کا سفر شروع ہوا۔تحریر و کتابت سے پہلے مزاح زبانی یا تکلمی صورت میں اپنی اِرتقائی منازل طے کرتا رہا، جس کی ابتدائی صورتیں ناٹکوں، رہسوں، ڈراموں، تھیٹروں، سرکس کے مسخروں، جوکروں، درباری جگت بازوں اور نقالوں کے ہاں ملتی ہیں، تاہم مزاح کی یہ عمومی صورتیں غیر تحریری یا روایتی مزاح کی مثالیں کہی جاسکتی ہیں، لیکن وقت کے ساتھ ساتھ بے ترتیب مزاحیہ حرکات کی جگہ شائستہ مزاح کا چلن عام ہونے لگا اور بالآخر طنز و مزاح نے باقاعدہ لطیفوں، جگتوں اور پھبتیوں کی صورت اِختیار کر لی، جب کہ کاغذ قلم کی اِیجاد نے طنز و مزاح کو تحریری رنگ و روپ عطا کیا۔

اوّل اوّل تو طنز و مزاح کا سورج یونان کی دھرتی پر طلوع ہوا، مگر بعد ازاں رومی اور لاطینی فضاؤں کی سیر کرتا ہوا باقی دُنیا تک جا پہنچا۔ پھر سنسکرت، جسے دُنیا کی قدیم ترین زبانوں میں شمار کیا جاتا ہے، اِس میں محررہ ویدوں، شاستروں اور سنسکرت میں لکھے گئے ڈراموں میں بھی ظریفانہ کرداروں کی موجودگی کا سراغ ملتا ہے۔اِس کے ساتھ ساتھ بھگت کبیر (۱۴۴۰ء۔۱۵۱۸ء) کے ہاں بھی ہندو جوگیوں اور پنڈتوں کی تضحیک

کی واضح مثالیں دکھائی دیتی ہیں، جب کہ موجودہ دور میں طنزومزاح کوایک فن کی حیثیت حاصل ہو چکی ہے۔یہی وجہ ہے کہ طنزومزاح کاخاصہ دُنیا کے قدیم وجدید ہر ادب میں اپنی اہمیت کے پیشِ نظر دکھائی دیتا ہے۔عالمی ادب کی اِسی روایت کے تسلسل میں دیکھا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ ادبیاتِ اُردو میں بھی طنزومزاح کے عمدہ نمونے ابتدا سے لمحۂ موجود تک تمام اصنافِ سخن میں موجود رہے ہیں اور اِس دست یاب مواد میں ''زیرِ لب تبسم'' سے لے کر ''قہقہہ'' تک کی تمام صورتیں ملتی ہیں۔

مجموعی اعتبار سے کہا جاسکتا ہے کہ طنزومزاح کا رویہ اِتنا ہی قدیم ہے، جتنی کہ قبائلی رقابت۔قصّہ کوتاہ زندگی کی تلخ حقیقتوں کی دُرشتی کو کم کرنے کے لیے ہنسی سے بہتر اور کوئی دوا نہیں۔ذہنی تناؤ اور اِنتشار کی حالت میں جب زندگی کرنا کارِ دُشوار ہو جائے تو ایسے میں طنزومزاح کے پھول ہی اِنسان کے ظاہر و باطن کو معطر بناتے ہیں۔اِسی لیے کہا جاتا ہے کہ اِنسانی زندگی میں مزاح کی حیثیت آکسیجن کی سی ہے۔(۵)یوں تو طنزومزاح کا اِساسی مقصد بہترین اخلاق اور سماجی اقدار کی پرورش وپرداخت سے منسلک ہوتا ہے،اِس لیے ایسی تحریر، جس میں بوئے فساد کا اندیشہ ہو،اِسے طنزومزاح کے بجائے بارودی سرنگ کہنے میں کوئی مضائقہ نہیں۔(۶)انگریزی ادب کے نام ور مزاح نگار سٹیفن لی کاک(Stephen Leacock)(۱۸۶۹ء۔۱۹۴۴ء)ہنسی،مزاح اور خُوش طبعی کی اہمیت وافادیت بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

> ''دُنیا میں آنسوؤں کی فراوانی ہے، لیکن کتنی خوف ناک جگہ ہوتی اگر یہاں آنسوؤں کے علاوہ اور کچھ نہ ہوتا۔''(۷)

اِنسان کو اللہ تعالیٰ نے ہنسنے اور رونے ایسے فطری جذبات سے آراستہ کیا ہے اور یہ دونوں جذبات اِنسان کی زندگی پر ہر اعتبار سے حاوی ہیں۔خاص طور پر ہنسی مذاق کا ہماری سماجی زندگی میں بڑا عمل دخل ہے۔ہنسی جس سے نخلِ ظرافت کی آبیاری ہوتی ہے، فی الاصل ایک ایسا فطری جذبہ ہے، جو مخصوص لمحات میں اِنسان کے ہونٹوں پر کھیلنے لگتا ہے اور یہی فطری جذبہ اِنسان کو دیگر مخلوقات کے مقابلے میں ممتاز مقام کا حامل بناتا ہے۔اِسی بات کے پیشِ نظر ولیم ہیزلٹ(William Hazlitt)(۱۷۷۸ء۔۱۸۳۰ء)ہنسی کی اہمیت پر زور دیتے ہوئے لکھتے ہیں:

> "Man is the only animal that laughs and weeps."(۸)

ولیم ہیزلٹ کے بیان کیے گئے اِس مفروضے کو کُلّی سطح پر تو بہ مشکل ہی قبول کیا جاسکتا ہے، کیوں کہ جدید سائنس کی بہ دولت یہ بات پایۂ اِستناد کو پہنچ چکی ہے کہ اِنسان کے علاوہ اپنی مخصوص جبلت کے مطابق دیگر مخلوقات بھی خُوشی اور غمی کا اِظہار کرتی ہیں، یہ الگ بات ہے کہ غم والم کے موقع پر اُن کے رونے اور مسرت واِنبساط کی گھڑی میں ہنسنے کے طریق اِنسانوں سے صریحاً جُدا ہیں، اِس لیے اِس امر میں کوئی دوسری رائے نہیں کہ ہنسی، مسکراہٹ اور مذاق ومزاح اِنسان کا ایک اِمتیازی وصف ہے، جو اِسے دیگر مخلوقات کے مقابلے میں ارفعیت کا اہل بناتا ہے۔اِس کے برعکس جس اِنسان میں حسِ مزاح کا مادہ نہ ہو تو بہ طورِ خُود وہ ہنس بھی نہیں سکتا، بل کہ یہ بات کہنے میں کوئی مضائقہ نہیں کہ اِنسان اِسی وجہ سے

اشرف المخلوقات ہے کہ وہ ہنستا ہے اور جو لوگ وصفِ اِنبساط سے عاری ہیں، اُن کے اشرف المخلوقات ہونے میں شک گزرتا ہے، وہ اِس لیے کہ اِنسان ہی ایک ایسا جان دار ہے، جو حسِ مزاح کا جوہر رکھتا ہے۔(۹) گویا حسِ مزاح ہی وہ قوت ہے، جو غمِ دوراں اور غمِ جاناں کو برداشت کرنے کا حوصلہ اِنسان میں پیدا کرتی ہے۔فانی بدایونی(۱۸۷۹ء۔۱۹۴۱ء) کے نزدیک:

ہر مصیبت کا دِیا ایک تبسّم سے جواب

اِس طرح گردشِ دوراں کو رُلایا ہم نے

اِس امر کی تصدیق لارڈ بائرن(Lord Byron)(۱۷۸۸ء۔۱۸۲۴ء) کے اِس بیان سے بھی ہوتی ہے:

"And if I laugh at any Mortal thing, Tis that I may not weep"(۱۰)

یعنی اگر میں فانی چیز پر ہنستا ہوں تو یہ اِس لیے کہ کہیں میں رونہ دوں۔ کسی حد تک یہی کام ایک مزاح نگار بھی کرتا ہے، وہ بھی زندگی کے آلام اور تلخیوں کو اپنی ذات میں سمیٹ کر دوسروں کو قہقہوں کی سوغات سے بہرہ مند کرتا ہے۔فی الحقیقت ایک مزاح نگار اپنے عہد کی روز مرہ زندگی کا ایک ایسا ترجمان ہوتا ہے، جو اپنے دور کے حالات سے متاثر بھی ہوتا ہے اور اُن سے نبرد آزما بھی۔ گویا مزاح نگار کی حیثیت ایک ایسے پہرے دار کی سی ہوتی ہے، جو سماج کے تمام افعال واحوال پر نہ صرف کڑی نظر رکھتا ہے، بل کہ سماجی خرابیوں اور نقائص کو رفع کرنے کی سعی بھی کرتا ہے۔(۱۱) اِس تناظر میں کہا جا سکتا ہے کہ مزاح ایک ایسے روّیے اور اسلوب کا نام ہے، جس میں اشیا، الفاظ، افراد اور واقعات کا مطالعہ و تجزیہ اِس انداز سے کیا جاتا ہے کہ اِس عمل سے ہنسی کو فروغ ملتا ہے۔(۱۲) یہی وجہ ہے کہ اہلِ مغرب بھی طنزومزاح کو اصنافِ ادب میں شُمار نہیں کرتے،(۱۳)، یعنی مزاح نہ تو کوئی ہیئت ہے اور نہ ہی کوئی صنف۔اِس لیے مزاح نگار مزاح کی نمو کے لیے داستان، ناول، افسانہ، مضمون، انشائیہ حتیٰ کہ کوئی بھی صنفِ سخن اختیار کر سکتا ہے۔(۱۴)

بات کو سمیٹتے کہا جا سکتا ہے کہ ہنسی و تفنن کا جذبہ زمانۂ قدیم کے غیر متمدن اِنسان سے لے کر آج کے جدید ترقی یافتہ اِنسان کی زندگی کا ناگزیر جزو رہا ہے۔بہ الفاظِ دیگر ہنسی مذاق تمام بنی نوعِ اِنسان کی ایک ایسی قدرِ مشترک ہے، جس کا اِظہار ماں کے پیٹ میں موجود نامولود بچے سے لے کر پیرِ بزرگ تک کے جذبات میں منکشف ہوتا ہے۔گویا طنزومزاح ایک ایسا عمل ہے، جو نہ صرف سماجی اونچ نیچ اور اِنسانی حماقتوں کے لیے تازیانے کا کام کرتا ہے، بل کہ بھٹکے ہوئے افراد کو اِنسانیت کے اسالیب سے روشناس بھی کرواتا ہے۔یہی وجہ ہے کہ دُنیا کے ہر ادب میں طنزومزاح کی موجودگی کا سراغ ملتا ہے، بل کہ آج کے ترقی یافتہ دور میں اہلِ مغرب کے ہاں ''ہنسنے ہنسانے کے کارخانے(Laugh Factory) اور

''کامیڈی ورکشاپس'' (Comedy Workshops) کے نظریات فروغ پارہے ہیں۔ ترقی یافتہ ممالک خصوصاً امریکا وغیرہ میں اِس فن کے ماہرین کا کہنا ہے کہ ہنسی سے بہتر کوئی دوا نہیں اور ڈاکٹر کو خود سے دُور رکھنے کے لیے اِنسان کو دِن میں ایک مرتبہ ضرور کھل کر ہنسنا چاہیے اور اِسی بات کو مدِ نظر رکھتے ہوئے امریکا میں ''اعصابی ورزش''، یعنی ہنسا ہنسا کر بیماریوں کا علاج کیا جارہا ہے۔ اِس ضمن میں مشتاق احمد یوسفی (۱۹۲۳ء۔۲۰۱۸ء) کی رائے بڑی صائب معلوم ہوتی ہے:

> ''میرا یہ دعویٰ نہیں کہ ہنسنے سے سفید بال کالے ہو جاتے ہیں، اِتنا ضرور ہے کہ پھر وہ اِتنے بُرے معلوم نہیں ہوتے۔'' (۱۵)

مذکورہ بالا حقائق کے تناظر میں کہا جا سکتا ہے کہ اِنسانی زندگی میں پائی جانے والی افراط و تفریط کے نتیجے میں ایک فن کار کا قلم حرکت کیے بغیر نہیں رہ سکتا، کیوں کہ وہ سماجی و اخلاقی ناہمواریوں اور اونچ نیچ کو طنز و مزاح کے پیرائے میں بیان کر کے ہماری روزمرہ زندگی کی تہذیب کا فریضہ انجام دیتا ہے۔ اِس عمل میں وہ ''طنز'' اور ''مزاح'' دونوں وسیلوں سے حسبِ ضرورت کام لیتا ہے۔ کبھی اِس کا یہ مقصد مزاح کی ایک پھلجھڑی سے ہی پورا ہو جاتا ہے تو کبھی اسے طنز کی تیکھی تلوار کا سہارا لینا پڑتا ہے اور کبھی کبھی تو بیک وقت اِن دونوں کو تصرف میں لائے بغیر کام نہیں نکلتا۔ گویا اپنی کم زوریوں اور کوتاہیوں کا احساس ہی فی الاصل وہ قوت ہے، جو معاشرتی برائیوں کو رفع کرنے کا محرک بنتا ہے۔ (۱۶) جہاں تک طنز و مزاح کی حتمی یا جامع تعریف کا تعلق ہے تو یہ بہت مشکل کام ہے، جس کا اندازہ کنہیا لال کپور (۱۹۱۰ء۔۱۹۸۰ء) کے اِس بیان سے بہ خوبی لگایا جا سکتا ہے کہ ذہین سے ذہین اِنسان بھی طنز و مزاح کی کوئی واضح تعریف و تشریح نہیں کر سکتا (۱۷)، وہ اِس لیے کہ زندگی، محبت اور خوب صورتی کی طرح طنز و مزاح کا دائرۂ کار بھی لامحدود و بے کنار ہے۔

حواشی و حوالہ جات

۱۔ دیکھنے کی حِس (Sight)، سُونگھنے کی حِس (Smell)، سُننے کی حِس (Hearing)، چکھنے کی حِس (Taste) اور چُھونے کی حِس (Tactile)

۲۔ رشید حسن خان کا کہنا ہے کہ: ''جن لفظوں کے آخر میں ''یاے ساکن'' ہوتی ہے، اضافت کی صورت میں اِس ''ی (ے)'' پر خواہ مخواہ اور بالکل غلط طور پر ہمزہ (ء) لکھ دیا جاتا ہے اور اِس طرح ایک فالتو علامت بڑھا دی جاتی ہے، حالاں کہ اور لفظوں کی طرح یہاں بھی ہمزہ (ء) کا محل نہیں ہوتا۔'' [رشید حسن خان، اُردو املا، (لاہور: مجلسِ ترقیِ ادب، ۲۰۰۷ء)، ص ۴۰۰، ۴۰۱] بعینہٖ مرزا غالب نے بھی تفتہؔ کے نام اپنے ایک خط میں ''یاے ساکن'' پر ہمزہ (ء) لکھنا عقل کو گالی دینے کے مترادف قرار دیا ہے۔ [غالب، مرزا اسد اللہ خان، غالب کے خطوط (جلد اوّل)، مرتب: ڈاکٹر خلیق انجم، (کراچی: انجمنِ ترقیِ اُردو، ۲۰۰۸ء)، ص ۲۴۷

۳۔ جامع اُردو انسائیکلوپیڈیا، جلد اوّل، (دہلی: قومی کونسل برائے فروغِ اُردو زبان، ۲۰۰۳ء)، ص ۳۶۲

۴۔ اعجاز حسین، ڈاکٹر، ادب اور ادیب، (الٰہ آباد: ادارہ انیسِ اُردو، ۱۹۶۰ء)، ص ۱۲۷

۵۔ عبدالحمید یزدانی، ڈاکٹر خواجہ، فارسی شاعری میں طنز و مزاح، (لاہور: نگارشات، ۱۹۸۹ء)، ص ۷

۶۔ محمد علی صدیقی، مضامین، (کراچی: ادارۂ عصرِ نَو، ۱۹۹۱ء)، ص ۱۰۶

۷۔Stephen Leacock, Humour and Humanity, (London: Thornton Butterworth Ltd. 1937), P. 233

۸۔William Hazlitt, Lectures on the English Comic Writers, (London: Oxford University Press, 1841), P. 1

۹۔ کرشن چندر، ''مقدمہ''، مشمولہ، شگوفہ زار، خواجہ عبدالغفور، (دہلی: نئی آواز جامع نگر، ۱۹۷۷ء)، ص ۱۱

۱۰۔Lord Byron, Don Juan (Canto III, IV, And V), (London: Thomas Davison White friars, 1821), P. 73

۱۱۔ اُلفت حسین، اُردو کی ظریفانہ شاعری کا سفر، (دہلی: ایجوکیشنل پبلشنگ ہاؤس، ۲۰۱۵ء)، ص ۳۱

۱۲۔ طارق کلیم، ڈاکٹر، اُردو کی ظریفانہ شاعری میں مزاحمتی عناصر، (کراچی: انجمنِ ترقیِ اُردو، ۲۰۱۸ء)، ص ۲۰

۱۳۔ نظیر صدیقی، ''اِنشائیہ کیا ہے؟''، مشمولہ، اُردو نثر کا فنی اِرتقا، مرتبہ: ڈاکٹر فرمان فتح پوری، (لاہور: الوقار پبلی کیشنز، ۲۰۰۳ء)، ص ۲۳۳

۱۴۔ عابدہ نسیم، ''مضامین یا افسانے''، مشمولہ، قومی زبان، (کراچی، جلد: ۶۸، شُمارہ: ۶، جون ۲۰۱۴ء)، ص ۵۰

۱۵۔ مشتاق احمد یوسفی، چراغ تلے، (کراچی: مکتبۂ دانیال، ۲۰۱۶ء)، ص ۱۳

۱۶۔ فردوس انور قاضی، ڈاکٹر، اُردو ادب میں طنز و مزاح کا تحقیقی جائزہ، مشمولہ، اُردو نامہ، (جلد: ۲۰، شُمارہ: ۶، اکتوبر ۲۰۰۱ء)، ص ۱۴

۱۷۔ کنہیالال کپور، نازک خیالیاں، (لاہور: یونیورسل بکس، ۱۹۷۰ء)، ص ۶